عید میلاد النبی کے تعلق سے

ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا سوال

تاریخی فتویٰ

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ

ترجمہ تخریج ترتیب مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

عید میلاد النبی کے تعلق سے

ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا سوال

تاریخی فتویٰ

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ

بفیض: حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ، تخریج، ترتیب

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

حرفِ آغاز

زیرِ نظر رسالہ سیف اللہ المسلول کا وہ تاریخی فتویٰ ہے جسے آپ نے ہندستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استفتا کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ فتوے میں موجود علمی مباحث کی اہمیت اپنی جگہ مگر تاریخی حیثیت سے بھی یہ فتویٰ اس لیے اہم ہے کہ یہ ایک فرماں روا کے استفتا کے جواب میں تحریر کیا گیا اور یہ اس وقت کے اکابر اور جید علما کی تصدیق و تائید سے مزین ہے۔

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے کے غیر منقسم ہندستان کا تصور کریں معقول و منقول، تصوف و روحانیت اور علم ظاہر و باطن کے ایسے ایسے اساطین نظر آئیں گے کہ رہتی دنیا تک زمانہ ان پر ناز کرے گا۔ برصغیر کے علمی مرکز فرنگی محل کا شمس فضل و کمال دائرۂ نصف النہار پر تھا، خیر آبادی درسگاہ اپنے عہد شباب میں تھی، دار الخلافت دہلی میں تو اہل فضل و کمال کی ایسی انجمن آباد تھی کہ پھر چشم فلک نے اس کے بعد اہل علم و فن کا ایسا اجتماع کبھی نہ دیکھا۔ مولانا عبد الوالی فرنگی محلی، مفتی نعمت اللہ فرنگی محلی، مولانا ولی اللہ فرنگی محلی اور مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی خانوادۂ فرنگی محل کی علمی وراثت کی نمائندگی کر رہے تھے، استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے پورے علمی جاہ جلال کے ساتھ رونق افروز تھے۔ مولانا حیدر علی فیض آبادی (مصنف منتہی الکلام) مفتی عنایت احمد کاکوروی اور حضرت مولانا فضلِ الرحمٰن گنج مرادآبادی اپنے علمی فیضان سے زمانے کو سیراب کر رہے تھے، دہلی میں مفتی صدر الدین آزردہ صدر الصدور دہلی انجمن علم و ادب کی شمع فروزاں تھے اور خود شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ دہلوی مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس پر جلوہ افروز تھے اور علم و فن کے دریا بہا رہے تھے۔

خدانخواستہ ان اساطین علم و فن کی تنقیص یا تخفیف مقصود نہیں ہے مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ مختلف فیہ اور متنازع مسائل میں جب حکم شرعی معلوم کرنا ہوا تو بادشاہ وقت کی نگاہ نے کسی ایسی شخصیت کی

تلاش کی ہوگی جو علم و تحقیق کی گہرائی کے ساتھ ساتھ علما اور عوام دونوں میں یکساں طور پر پایۂ اعتبار و استناد رکھتی ہو تاکہ اس کی رائے اس سلسلے میں قول فیصل قرار پائے، اس کے لیے پورے ہندستان میں طواف کرنے کے بعد بادشاہ وقت کی نگاہِ انتخاب ایک ایسی شخصیت پر جا کر ٹھہرتی ہے جو مسند درس اور بوریۂ فقر دونوں کو بیک وقت زینت بخش رہی تھی، یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر بادشاہ اس ذات میں اپنے مطلوبہ تمام اوصاف نہ دیکھ لیتا تو نواب استقامت جنگ کو ہرگز آپ کی بارگاہ میں استفتا لے کر نہ بھیجتا۔ اس پہلو سے اگر اس فتوے کو دیکھا جائے تو اس حقیقت کا ادراک زیادہ مشکل نہیں کہ اپنے معاصر علما میں سیف اللہ المسلول کس بلند رتبہ اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء

اس فتوے کے سلسلہ میں حضرت کے سوانح نگار مولانا ضیاء القادری اکمل التاریخ میں لکھتے ہیں:

> حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک فتویٰ ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار، خاتم السلاطین ہند، حضرت ظل سبحانی، سلالۂ دودمان تیموریہ، خلاصۂ خاندان مغلیہ، سلطان ابن السلطان خاقان ابن خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہِ غازی جنت آشیانی نے دہلی سے بہ کمال حسنِ عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ یہ استفتا بارگاہ سلطانی سے نواب معلّٰی القاب علاء الدولہ یمین الملک سید محی الدین خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم الدولہ معین الملک محمد منیر خان بہادر بدایوں لے کر آئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں شاہانہ آداب کے ساتھ خریطۂ سلطانی پیش کیا آپ نے شاہی مہمان کو درویشانہ میزبانی کے ساتھ ٹھہرایا اور فوراً جواب استفتا مرتب فرمایا۔ دہلی کے تمام اکابر علمائے اعلام نے تصحیح و تصدیق کی مہریں کردیں فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ میں دار الخلافت شاہجہان آباد محلّہ زینب باڑی مطبع مفید الخلائق میں مطبوع ہوا۔
>
> (اکمل التاریخ، ج ۲/ص ۱۵۳)

جیسا کہ مذکور ہوا کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے مطبع مفید الخلائق دہلی سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوا۔ مولانا ضیاء القادری کی کتاب اکمل التاریخ ۱۳۳۴ھ میں طبع ہوئی اس میں انھوں نے پورا فتویٰ نقل کر کے اس کو محفوظ کر دیا۔

۱۹۷۰ء--۱۹۸۰ء کے درمیانی برسوں میں حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی کے دامن سے وابستہ اور ان کے خاص مرید و خادم ڈاکٹر شیخ علیم الدین قادری قدیری نے اس فتوے کا اردو ترجمہ کر کے اپنے قائم کردہ ادارہ مدینۃ العلم کلکتہ سے شائع کیا اور بعد میں یہی ترجمہ ماہنامہ مظہر حق بدایوں اور پاکستان کے کچھ رسائل میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ سلیس اور عمدہ تھا مگر اس کو اب ۳۰؍۴۰ برس گزر گئے، لہٰذا بعض وجوہات کی بنیاد پر ازسرنو ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، راقم الحروف نے اپنی کم علمی کے باوجود فارسی کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ مصنف رسالہ نے جہاں علما کی عربی عبارات لکھنے کے بجائے صرف فارسی ترجمہ لکھنے پر اکتفا کیا تھا، اب اصل کتابوں کی طرف رجوع کر کے ساتھ میں عربی عبارات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اور حتی الامکان آیات، احادیث اور عبارتوں کی تخریج بھی کر دی گئی ہے، اب جدید آب وتاب کے ساتھ ۱۶۲ سال پرانا یہ فتویٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بت سازی - یہاں ایک غلط فہمی کی وضاحت بھی ضروری ہے، جو اس فتوے کے ایک جملے کی وجہ سے بعض اذہان میں پیدا ہوگئی ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے استفتا میں دو سوال یہ بھی تھے کہ ایک شخص کہتا ہے ”تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ بغیر ارادے کے ہو، ایسے قائل کا کیا حکم ہے“؟

سوال کو دوبارہ غور سے پڑھیں قائل یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ تعزیہ دیکھنا اور دسہرے میں جانا حرام ہے بلکہ وہ اس کو کفر کہہ رہا ہے، اہل علم تو اہل علم ایک عام آدمی بھی حرام اور کفر کے درمیان فرق کو خوب سمجھتا ہے۔ اس فرق کو نگاہ میں رکھ کر اب حضرت کا جواب ملاحظہ کریں:

> اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق و تکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں

سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہٰذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔
قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگادیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو، قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔زیادہ سے زیادہ تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا،تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ چاند سورج دیکھنا، گنگا جمنا کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا بھی کفر ہو۔

اس کے بعد سوال میں موجود دسہرہ کے تعلق سے یہ وضاحت کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کے تیوہاروں میں شرکت اگر تعظیماً ہو اوران کے کفریہ اعمال میں موافقت کرے تو کفر ہوگا ورنہ کفر نہیں ہے۔اس کے لیے آپ نے طحطاوی اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے۔

فرماتے ہیں:

ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اوران کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے،طحطاوی میں ہے کہ "آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے"۔عالمگیری میں ہے کہ "اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے،اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگر چہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی"۔

اس کے بعد آپ نے صحیح بخاری اور فتح الباری سے اس بات کو مزید مدلل کیا ہے۔اس ضمن میں

فتاویٰ عالمگیری سے یہ جزیہ نقل کیا کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب محیط سے یہ جزیہ نقل کیا کہ کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد بتوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے ایک عبارت نقل کی جس کے آخر میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ" بت اور صلیب بنانا حرام ہے"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل کفر نہیں ہے، چونکہ استفتا میں تعزیہ دیکھنے اور دسہرے میں جانے کو حرام نہیں بلکہ کفر کہا گیا تھا اس لیے پوری بحث کرنے کے بعد اب اس قائل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بہ بیند کہ ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی الاختلاف و مزدوری ساختن بت خانہ و برافروختن نارِ معبد مجوس جائز و دیدن تعزیہ بالقصد یا بلا قصد کفر؟
>
> دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید و فروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے عبادت خانے کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہو؟

یہ اتنی صاف شفاف بحث ہے کہ اس میں کسی ذی شعور انصاف پسند کو اشکال نہیں ہوگا اور پھر اس میں مصنف نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ معتبر کتب کے حوالے سے کہا ہے مگر برا ہو تعصب و تنگ نظری کا کہ بعض نام نہاد محققین نے اس پر حاشیہ آرائی کر کے کیا سے کیا بنا دیا۔

دیوبندی مکتبہ فکر سے وابستہ معاصر قلم کار ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے "مطالعۂ بریلویت" کے نام سے سات جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، اس میں موصوف نے کئی جگہ مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کے اخلاف پر بھی کرم فرمائی کی ہے۔ ان کے ایک بے بنیاد الزام کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ ہم اپنی کتاب "تذکرۂ ماجد" میں پیش کر چکے ہیں۔ ان کی باقی مہربانیوں کا حساب بے باق کرنا ابھی ہمارے اوپر قرض ہے۔ سر دست ہم ڈاکٹر صاحب کی اس خامہ فرسائی پر کچھ

عرض کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق زیر نظر فتوے سے ہے، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

ہندو بت پرست تھے اور ابھی پنڈت دیانند نے آریہ سماج کی تحریک شروع نہ کی تھی اور مسلمانوں کو بتوں سے بہت نفرت تھی اور وہ کبھی بتوں اور مندروں کے قریب نہ پھٹکتے تھے، ہندو چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے ذہنوں سے بتوں کی نفرت اتاری جائے، اچانک یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بت بنانا کفر ہے یا نہیں؟ اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ (رحیمیہ) کی طرف رخ نہ کیا گیا، ان علما کی تلاش کی گئی جو ان محدثین دہلی کے خلاف مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی مسند سنبھالے ہوئے تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی ان کے سرخیل تھے اور حضرت اسماعیل شہید کے خلاف متعدد کتابیں ''سیف الجبار'' وغیرہ لکھ چکے تھے، آپ نے فتویٰ دیا جسے مفید الخلائق پریس شاہ جہاں آباد نے ۱۲۲۸ھ میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا: ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں'' دیکھئے مولانا نے ہندوازم کو کس گھناؤنے انداز میں سہارا دیا، مسلمانوں کو بتوں کے نام سے نفرت تھی وہ اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرتے تھے، چہ جائے کہ بنانا، مگر مولانا نے مسلمانوں کے ذہن سے بتوں کی نفرت کو کم کرنے کے لیے ایک عجیب فقہی سہارا لیا۔

(مطالعۂ بریلویت ج ۳/ص ۱۱۵، ۱۱۶، حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس اقتباس میں جس طرح تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہے وہ مسلکی زعم تعصب کی ایک عبرت انگیز مثال ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے ایسا لگ رہا ہے کہ یہ سوال ہندوؤں نے کیا تھا جب کہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ یہ استفتا مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا تھا، پھر یہ کہ بت بنانے کے سلسلہ میں کوئی سوال کیا ہی نہیں گیا تھا، آپ دیکھ چکے کہ یہ بات ضمناً آ گئی ہے، اصل استفتا میں اس تعلق سے کوئی سوال نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فتوے سے جو ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں؟'' اس میں لفظ ''عبادت کے لیے'' اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اصل فتوے میں اس لفظ کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ''اس فتوے کے لیے

دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ کی طرف رخ نہ کیا گیا بلکہ محدثین دہلی کے مخالف علما کو تلاش کیا گیا'' تاریخ کی اس ستم ظریفی کو کیا کہا جائے کہ (بقول ڈاکٹر صاحب) ''ہندوازم کو گھناؤنے انداز میں سہارا دینے والے'' اس فتوے کی تائید وتصدیق کرنے والے علما میں آدھے سے زیادہ علما'' دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ رحیمیہ'' کے فارغ التحصیل اور ''محدثین دہلی'' کی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں، مثال کے طور پر (۱) مفتی صدرالدین آزردہ تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۲) مولانا حیدر علی فیض آبادی تلمیذ شاہ رفیع الدین دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۳) مولانا احمد سعید نقشبندی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۴) مولانا کریم اللہ دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۵) مولانا حکیم امام الدین تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۶) مولانا فریدالدین دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ (دیکھیے: نزہۃ الخواطر وتذکرۂ علمائے ہند از رحمان علی)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

ولا یجر منکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی
کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس حد تک نہ لے جائے کہ تم ناانصافی کرو، (بلکہ) ہمیشہ عدل کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور کرم فرما ڈاکٹر ابوعدنان سہیل صاحب نے اپنی کتاب ''بریلویت طلسم، فریب یا حقیقت'' میں داد تحقیق دی ہے، پہلے انھوں نے الفاظ کی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ بلاحوالہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس بت کدۂ ہند میں سیکڑوں سال تک شان سے حکومت کرنے والے مسلمانوں کو روزی روٹی حاصل کرنے کے بہانے بت خانے بنانے کی ترغیب دینے کا یہ فتویٰ کہ ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں'' جہاں ان کی دینی غیرت کے لیے ایک تازیانہ ہے اور عقیدۂ توحید کے ساتھ ایک سنگین مذاق، وہاں ہندومت کی تائید وتوثیق اور اس کے احیائے نو کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی کی فکر اور درپردہ اسلام کے خلاف ان کے

پوشیدہ عزائم کی بھی صاف نشان دہی کرتا ہے۔

(بریلویت طلسم فریب یا حقیقت، ص: ۳۶۰، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند ۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر سہیل صاحب نے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی تحقیق پر اپنی طرف سے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ:

''اس کے لیے محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے خاندان ولی اللہ کے کٹر دشمن اور ابوالفضل فیضی کے مداح مولانا فضل رسول بدایونی کو تلاش کیا گیا اور انھوں نے ہندوازم کی تائید میں یہ فتویٰ دے ڈالا''۔

(مرجع سابق ۳۵۹)

مولانا فضل رسول بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر سہیل نے یہ دلیل دی کہ:

''مولانا فضل رسول بدایونی کے بیٹے عبدالقادر بدایونی کے بارے میں یہ تاریخی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی دینی تعلیم آگرہ میں ابوالفضل اور فیضی کے قائم کردہ انھیں اداروں میں حاصل کی تھی، چنانچہ واحد یار خاں اپنی کتاب ''ارض تاج'' میں آگرہ کی مشہور شخصیات کے بارے میں لکھتا ہے: ابوالفضل اور فیضی اسی اجڑے دیار کے باشندے تھے، عبدالقادر بدایونی نے آگرہ ہی میں تحصیل علم کیا''۔ (مرجع سابق ص ۳۵۹)

ڈاکٹر سہیل صاحب کی اس عجوبۂ روزگار ''تاریخی شہادت'' پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم ڈاکٹر سہیل صاحب اور ان کی اس کتاب کے بارے میں کتاب کے مقدمہ نگار اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کی رائے پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

یہ کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ یہ کسی مولوی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک دانشور کی محنت ہے، جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہے۔

(مرجع سابق، ص: ۱۴)

ہمیں افسوس ہے کہ ایک ''دانشور'' نے ''کوہ کنی'' کر کے جو تاریخی گوہر برآمد کیا ہے اس پر تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تعجب کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ یہ بات تاریخی طور پر بالکل بے بنیاد ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو آگرہ تحصیل علم کے لیے بھیجا۔ اپنے تعلیمی مراحل کے کسی بھی دور میں مولانا عبدالقادر بدایونی کا آگرہ سے کوئی تعلق نہیں رہا، بلکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو ''محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ'' کے سند یافتہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے خاص شاگرد استاذ مطلق مولانا فضل حق خیرآبادی کی بارگاہ میں تحصیل علم کے لیے بھیجا تھا۔ واحد یار خاں نے جن عبدالقادر بدایونی کا ذکر کیا ہے وہ مولانا فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے نہیں بلکہ مشہور مؤرخ اور اکبر کے فتنۂ دین الٰہی کے خلاف احقاق حق کرنے والے عظیم مجاہد ملاّ عبدالقادر بدایونی ہیں، جن کی وفات کے ۲۳۲ برس بعد مولانا فضل رسول بدایونی اس دنیا میں تشریف لائے۔ ملا عبدالقادر کی پیدائش ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء اور وفات ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء میں ہوئی۔ ملا عبدالقادر کے تمام سوانح نگار یہ بات لکھتے ہیں کہ انھوں نے آگرہ میں تحصیل علم کی تھی، مگر ملا عبدالقادر بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح یا ان کے افکار و خیالات سے متاثر وہی شخص قرار دے سکتا ہے جو علم و تاریخ سے بالکل نابلد ہو، اگر کوئی ایسا دانشور جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہو یہ بات لکھے تو تاریخ اور علم تاریخ کی مظلومیت پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور زمانہ کتاب ''منتخب التواریخ'' عہد اکبری کے سلسلہ میں ایک بنیادی اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح ملا عبدالقادر بدایونی نے ابوالفضل اور فیضی کی حقیقت عالم آشکارا کی ہے، نیز ملا عبدالقادر وہ مرد مجاہد ہے جس نے برسر دربار بادشاہ جلال الدین اکبر کے روبرو اس کے دین الٰہی کی مذمت کر کے اس حدیث پاک کا عملی نمونہ پیش کر دیا کہ ''ظالم بادشاہ کے روبرو کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے''، مگر یہ سب تاریخی حقائق اہل علم و انصاف کے لیے ہیں اگر کوئی دانشور قسم کھا لے کہ میں تمام تاریخی تحقیقات سے منھ موڑ کر خود ہی تلاش حق میں کوہ کنی کروں گا تو اس کے لیے سوائے دعائے صحت کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

ـ اس کتاب میں ڈاکٹر سہیل صاحب نے مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب البوارق المحمدیہ اور تصحیح المسائل کے دو حوالے دیے ہیں، ان میں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں ہے، ان دونوں عبارتوں کی وضاحت اور ڈاکٹر صاحب کی تحقیق پر تنقید و تبصرہ ہم کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

رب قدیر و مقتدر ہمیں ہر حال میں حق بولنے، حق سمجھنے اور حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اسید الحق قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو مندرجہ ذیل باتیں کہتا ہے:

۱۔ دن مقرر کر کے محفل میلاد شریف کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۲۔ محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے۔

۳۔ کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔

۴۔ اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

۵۔ قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا بدعت سیئہ (بری بدعت) ہے۔

۶۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے۔

۷۔ قصداً تعزیہ کو دیکھنا یا بلا ارادہ دیکھنا کفر ہے۔

۸۔ ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ بغیر ارادے کے ہو اور اس سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جاتی ہے۔

۹۔ کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس سرزمین پر ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اس لیے کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا اور حضرت امام حسین کو مکہ شریف سے نکال دیا، اس وقت دین محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے علمائے جو حقیقتاً مہاجرین تھے انھیں نکال کر ہندوستان بھیج دیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے والے نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جلاوطن کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

لہذا ایسی صورت میں قائل مذکور کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
مسلمانوں کا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شریعت مطہرہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے نیز اس کے متبعین کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ

وفقه الله لما يحبه ويرضاه

المستفتی

ابوظفر سراج الدین

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

حامدا و مصليا و مسلما

الـــــجـــــواب

اولاً اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل امور میں سے ہر امر کے متعلق کیا فرماتے ہیں تا کہ قائل کے حق میں حکم شرعی کا جاننا آسان و سہل ہو جائے۔

(۱) دن مقرر کر کے محفل میلاد شریف کرنا۔

علامہ احمد بن محمد قسطلانی علامہ ابن جزری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قال ابن الجزری فاذا كان هذا ابو لهب الكافر نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه ليلة مولد النبی ﷺ به فما حال المسلم الموحد من امته عليه السلام الذی يسر بمولده ويبذل ما تصل اليه قدرته فی محبته ﷺ لعمری انما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنات النعيم. (۱)

ترجمہ: جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی رات میں خوش ہونے کے باعث جہنم میں اس کے عذاب میں تخفیف کے ذریعہ بدلہ دیا جائے تو حضور علیہ السلام کے اس موحد و مسلم امتی کا کیا عالم ہوگا جو آپ کی ولادت پر خوش ہوتا ہے اور اپنی طاقت کے بقدر نبی ﷺ کی محبت میں خرچ کرتا ہے، بخدا اللہ رب العزت کی جانب سے ایسے شخص کی جزا یہی ہے کہ خداوند قدوس اسے اپنے فضل عام سے جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

علامہ قسطلانی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ.

---

(۱) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج:۱/ص:۱۴۷، پور بندر گجرات ۲۰۰۱ء

ولا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقراة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ومما جرب من خواصه انه امان في ذلك العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم الله امرء اتخذ ليالي شهر مولده المبارک اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض واعياء داء. (۲)

ترجمہ: اہل اسلام حضور علیہ السلام کی ولادت کے مبارک مہینہ میں محفلیں قائم کرتے ہیں اور دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ماہ مبارک کی راتوں میں صدقات و خیرات کرتے ہیں خوشی و مسرت کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس مولود شریف سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے، محفل میلاد شریف کے خواص میں یہ بات بھی مجرب ہے کہ اس سال امن وامان رہتا ہے اور جلد آرزوؤں وتمناؤں کے حصول کی خوشخبری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم وکرم فرمائے جو اس ماہ مبارک کی راتوں میں عید وخوشی مناتا ہے تاکہ یہ خوشی و مسرت اس شخص پر سخت گراں گزرے جس کے دل میں (بدبختی کی) بیماری ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م:۹۴۲ھ) اپنی کتاب "سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" میں حافظ ابوالخیر سخاوی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عمل المولد الشريف لم ينقل عن احد من السلف الصالح في القرون الثلاثة الفاضلة وانما حدث بعد ثم لا زال اهل

(۲) مرجع سابق

الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شهر مولده ﷺ بعمل الولائم البدیعة المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور و یزیدون فی المبرات ویعتنون بقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم (۳)

ترجمہ: مولود شریف کا عمل قرون ثلاثہ میں سلف صالحین سے منقول نہیں ہے یہ عمل قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوا پھر اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے ولادت کے مہینہ میں ہر جانب بڑے بڑے شہروں میں محفلیں قائم کرنے لگے اور پر تکلف دعوتیں کرتے ہیں جو مسرت آمیز اور بلند امور پر مشتمل ہوتی ہیں اور اہل اسلام اس ماہِ مبارک کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں بہجت و سرور کا اظہار کرتے ہیں نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس مولود شریف کی برکت سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے۔

پھر صاحبِ سبل الہدیٰ حافظ ابن الجزری کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

من خواصه انه امان فی ذلک العام و بشری عاجلة بنیل البغیة والمرام. (۴)

ترجمہ: میلاد شریف کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امن وامان قائم رہتا ہے اور جلد تر حاصل ہونے والی مراد کی خوشخبری ہوتی ہے۔

آگے چل کر علامہ ابن کثیر کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر. رحمه الله تعالیٰ فی تاریخه کان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل

(۳) سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ج:۱/ص:۴۳۹، الباب الثالث عشر فی اقوال العلماء فی عمل المولد الشریف واجتماع الناس له وما یحمد من ذلک وما یذم، مطابع الاھرام القاھرہ ۱۴۱۸ھ
(۴) مرجع سابق، نفس الصفحہ

بـه احتفالاً هائلاً و كان شهما شجاعا بطلا عاقلا عادلا رحمه اللّٰـه تـعـالٰى واكرم مثواه وقد صنف الشيخ ابو الخطاب بن دحية رحـمـه اللّٰه تعالٰى كتاباله فى المولد سمّاه "التنوير فى مولد البشير النذير" فاجازه بالف دينار. (۵)

ترجمہ: حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ تاریخ میں فرماتے ہیں کہ (صاحب اربل ملک مظفر) ماہ ربیع الاول شریف میں مولود شریف کرتا تھا اور اس ماہ میں وہ پرتکلف محفل میلاد کرتا تھا وہ جری بہادر، ذہین عدل و انصاف کرنے والا شخص تھا شیخ ابوالخطاب بن دحیہ نے اس کے لیے مولود شریف کی کتاب لکھی جس کا نام "التنوير فى مولد البشير النذير" رکھا تو صاحب اربل نے انہیں ہزار دینار انعام میں دیئے۔

صاحب سبل الہدیٰ والرشاد تحریر فرماتے ہیں:

وقـد اثـنـى عليه الائمة، منهم الحافظ ابو شامه شيخ النووى فـى كتابه "الباعث على انكار البدع والحوادث" و قال مثل هـذا الـحـسـن يـنـدب اليه ويشكر فاعله ويثنى عليه قال ابن الجوزى لولم يكن فى ذلك إلا ارغام الشيطان وادعام اهل الايـمـان وقـال الـعـلامة ابـن مظفر رحمه اللّٰه تعالٰى : بل فى الـدر الـمـنـتـظم وقد عمل المحبون للنبى ﷺ فرحا بمولده الـولائـم فـمـن ذلـك مـا عـمله بالقاهرة المعزية من الولائم الكبار الشيخ ابوالحسن المعروف بابن قفل قدس اللّٰه تعالٰى سـره شيخ شـيـخـنـا ابـى عبـداللّٰه محمد بن النعمان وعمل ذلـك قبـل جـمـال الـديـن الـعجمى الهمذانى و ممن عمل ذلـك عـلـى قدر وسعه يوسف الحجّار بمصر وقد رأى النبى

(۵) مرجع سابق، نفس الصفحہ

ﷺ وهو یحرض یوسف المذکور علی عمل ذلک. (۶)

ترجمہ: اس عمل پر (یعنی مولود شریف کرنے پر) ائمہ کرام نے تعریف فرمائی ان میں امام نووی کے شیخ حافظ ابوشامہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' میں فرمایا کہ اس طرح عمل کرنا مستحب ہے اس کے کرنے والے کو اجر دیا جائے گا اور وہ قابل تعریف ہوگا، ابن جوزی نے فرمایا اس محفل میلاد سے شیطان کو ذلت وخواری اور اہل ایمان میں مضبوطی و پختگی پیدا ہوتی ہے، علامہ ابن مظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''الدر المنتظم'' میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت والفت کرنے والوں نے آپ کے میلاد شریف کی خوشی میں بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام کیا ہے، انہیں میں سے وہ دعوتیں ہیں جو شیخ ابوالحسن معروف بہ ابن قفل کرتے ہیں، جو ہمارے شیخ ابو عبداللہ محمد بن النعمان کے شیخ ہیں، ان سے پہلے یہ عمل (عمل مولود) جمال الدین ہمذانی بھی کرتے تھے وہ لوگ جو اپنی وسعت کے بقدر یہ عمل کرتے تھے ان میں یوسف الحجار مصری بھی ہیں انھوں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا حضور علیہ السلام نے یوسف الحجار کو اس عمل پر ابھارا۔

صاحب سبل الہدی والرشاد نے ان اکابرین امت کے واقعات بیان کیے ہیں نیز نبی کریم ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور خواب میں ایسا کرنے پر تاکید فرمائی ہے (۷)۔

صاحب سبل الہدی والرشاد اپنی تالیف میں فرماتے ہیں:

وقال الشیخ الامام العلامۃ نصیر الدین المبارک الشھیر بابن الطباخ فی فتوی بخطہ اذا انفق تلک اللیلۃ و جمع

(۶) مرجع سابق، ج:۱/ص:۴۴۰

(۷) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۱

جمعا اطعمهم ما يجوز اطعامه واسمعهم ما يجوز سماعه و دفع للمسح المشوق للآخرة ملبوسا كل ذلک سرورا بمولده ﷺ فجمع ذلک جائز ويثاب فاعله اذا احسن القصد ولا يختص ذلک بالفقراء دون الاغنياء إلا ان يقصد مواساة الاحوج فالفقراء اكثر ثوابا. (۸)

ترجمہ: شیخ امام علامہ نصیر الدین مبارک المعروف ابن الطباخ اپنے فتوی میں لکھتے ہیں شب ولادت جب کوئی شخص خرچ کرے لوگوں کو جمع کر کے انہیں جائز کھانے کھلائے اور جائز چیزیں انھیں سنائے نیز سننے والے آخرت کے مشتاق کو کپڑے وغیرہ دے اور یہ سارا عمل اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی میں کیا ہو تو یہ سب جائز ہے اور اس کے کرنے والے کو اجر و ثواب دیا جائے گا جبکہ اس کی نیک نیتی اس میں شامل ہو اور یہ (عمل) فقرا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے الا یہ کہ وہ زیادہ ضرورت مند سے ہمدردی کا ارادہ کرتا ہو تو فقرا و مساکین میں زیادہ ثواب ہے۔

جمال الدین بن عبدالرحمٰن المعروف بہ المخلص فرماتے ہیں:

مولد رسول الله ﷺ مبجل مكرم قدس يوم ولادته وشرف وعظم وكان وجوده ﷺ مبدأ سبب النجاة لمن اتبعه و تقليل حظ جهنّم لمن اعد لها لفرحه بولادته ﷺ و تمت بركاته على من اهتدى به فشابه هذا اليوم يوم الجمعة من حيث ان يوم الجمعة لا تسعر فيه جهنم هكذا ورد عنه ﷺ فمن المناسب اظهار السرور وانفاق الميسور واجابة من دعاه رب الوليمة للحضور. (۹)

---

(۸) مرجع سابق، نفس الصفحہ

(۹) مرجع سابق ج ۱/ص: ۳۳۲

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا میلاد شریف مکرم و معظم ہے اللہ نے اپنے حبیب کے یوم ولادت کو مقدس و معظم بنایا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود اس شخص کے لیے نجات کا سبب ہے جس نے آپ کی پیروی و اتباع کی اور جہنم کے عذاب میں کمی ہے، اس شخص کے لیے جس نے حضور کی ولادت پر خوشی منا کر اس کے لیے تیاری کی، اللہ کے رسول علیہ السلام کی برکات اس پر مکمل ہو گئیں جس نے آپ سے رہنمائی حاصل کی، لہٰذا یوم مولود یوم الجمعہ سے مشابہ ہو گیا کیونکہ جمعہ کے دن جہنم نہیں بھڑکائی جاتی ہے ایسا ہی حضور علیہ السلام سے منقول ہے تو (یوم مولود میں) خوشی و مسرت کا اظہار کرنا بقدر وسعت خرچ کرنا اور کسی داعی کی دعوت قبول کرنا مناسب ہے۔

علامہ ظہیر الدین جعفر فرماتے ہیں:

هذا الفعل لم يقع فی الصدر الاول من السلف الصالح مع تعظيمهم وحبهم له اعظاما ومحبة لا يبلغ جمعنا الواحد منهم ولا ذرة منه وهی بدعة حسنة اذا قصد فاعلها جمع الصالحين والصلوٰة على النبی ﷺ واطعام الطعام للفقراء والمساكين وهذا القدر يثاب. (۱۰)

ترجمہ: یہ فعل (یعنی مولود شریف منانا) سلف صالحین سے قرن اول میں واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرات حضور علیہ السلام سے اس قدر محبت و تعظیم فرمایا کرتے تھے کہ ہماری پوری جماعت (محبت و تعظیم میں) ان میں کسی ایک کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔ یہ عمل (محفل مولود) بدعت حسنہ ہے جبکہ اس کا کرنے والا نیک لوگوں کو جمع کرنے کا قصد کرے، حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجے، فقرا و مساکین کو کھانا کھلائے اتنی بات پر یقیناً ثواب دیا جائے گا۔

شیخ نصیر الدین (محفل میلاد شریف کے متعلق) فرماتے ہیں:

---

(۱۰) مرجع سابق، نفس الصفحہ

ليس هذا من السنن ولكن اذا انفق فى هذا اليوم واظهر السرور فرحا بدخول النبى ﷺ فى الوجود واتخذ السماع الخالى عن اجتماع المردان وانشاد ما يثير نار الشهوة من العشقيات والمشوقات للشهوات الدنيوية كالقد والخد والعين والحاجب وانشاد مايشوق الى الأخرة ويزهد فى الدنيا فهذا اجتماع حسن يثاب قاصد ذلك وفاعله عليه. (۱۱)

ترجمہ: یہ عمل (محفل میلاد شریف) سنت نہیں ہے لیکن کوئی شخص اس دن خرچ کرے اور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرے اور (نعت و مناقب کی) محفل سماع قائم کرے جس میں امرد جمع نہ ہوں اور اس محفل میں عشقیہ اشعار نہ پڑھے جائیں جو شہوت کی آگ کو بھڑکاتے ہوں اور دنیوی خواہشات کا شوق دلاتے ہیں جیسے خد و خال، اور چشم و ابرو کی باتیں (بلکہ) وہ اشعار ہوں جو آخرت کا شوق پیدا کریں دنیا سے بے ر اہو تو ایسا اجتماع و محفل بہتر و مستحسن ہے اس کے کرنے والے کو اس پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

حضرت ابوشامہ فرماتے ہیں:

فالبدعة الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها و رجاء الثواب لمن حسنت نيته عليها وهى كل مبتدع موافق لقواعد الشريعة غير مخالف لشئ منها ولا يلزم من فعله محذور شرعى وذلك نحو بناء المنابر والربط والمدارس و خانات السبيل وغير ذلك من انواع البر التى لم تعهد فى الصدر الاول فانه موافق لما جاء ت به الشريعة من اصطناع المعروف والمعاونة على البر والتقوىٰ ومن احسن ما ابتدع فى زماننا هذا من هذا القبيل ما كان يفعل بمدينة "اربل" جبرها الله تعالىٰ كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولد النبى

(۱۱) مرجع سابق، نفس الصفحہ

ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلک مع مافیه من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبة النبی ﷺ و تعظیمه و جلالته فی قلب فاعله. (۱۲)

ترجمہ: بدعت حسنہ کے جواز اور اس کے استحباب پر اتفاق ہے اور حسن نیت پر ثواب کی امید ہے (بدعت حسنہ) ہر وہ بدعت ہے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو اور کسی بھی اصول شرعی کے مخالف نہ ہو اور اس کے کرنے سے کوئی بھی شرعی محذور لازم نہ آتا ہو جیسے منبر، سرائیں، مدارس، مسافر خانے وغیرہ کی تعمیر جیسے نیک کام کرنا جو عہد نبوی میں نہیں تھے کیونکہ یہ جملہ کام شریعت مطہرہ کے موافق ہیں اس لیے کہ یہ نیکی اور تقویٰ پر معاونت کرنا ہے اور سب سے اچھی بدعت جو ہمارے زمانے میں اس قبیل (بدعت حسنہ کی قبیل سے) سے ایجاد ہوئی وہ وہ ہے جو شہر اربل میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے دن ہوتا ہے جیسے صدقات و خیرات کرنا زینت اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، یہ امور فقرا و مساکین کے واسطے احسان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ہی محبت نبی ﷺ اور فاعل کے دل میں آپ کی تعظیم و تکریم کی دلیل ہے۔

صاحب سبل الہدیٰ والرشاد رقم طراز ہیں کہ:

و کان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشهورین وبه اقتدی فی ذلک صاحب إربل وغیرهم رحمهم الله تعالٰی. (۱۳)

ترجمہ: سب سے پہلے یہ عمل (محفل مولود شریف) شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد نے کیا جو مشہور صالحین میں سے تھے پھر ان کی اقتدا اس عمل میں صاحب اربل وغیرہم نے کی (اللہ ان پر رحم فرمائے)۔

(۱۲) مرجع سابق ج ۱/ص: ۳۴۴
(۱۳) مرجع سابق، نفس الصفحہ

امام صدر الدین فرماتے ہیں کہ:

ویثاب الانسان بحسب قصده فی اظهار السرور والفرح بمولد النبی ﷺ. (۱۴)

ترجمہ: انسان کو اس کی نیت وارادے کے مطابق میلادنبی ﷺ کے موقع پر مسرت وخوشی کا اظہار کرنے پر اجر وثواب دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلاثة ولكنها مع ذلک قد اشتملت علی محاسن وضدها فمن تحری فی عمله المحاسن وتجنب ضدها کان بدعة حسنة ومن لا فلا قال وقد ظهرلی تخریجها علی اصل ثابت فی الصحیحین من ان رسول الله ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون عاشوراء فسالهم فقالوا هذا یوم اغرق الله تعالیٰ فیه فرعون وانجی فیه موسی فنحن نصومه شکرا لله تعالیٰ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامه وامر بصیامه فیستفاد من فعل ذلک شکر الله تعالیٰ علی ما منّ به فی یوم معین من اسداء نعمة أودفع نقمة ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنة والشکر لله تعالیٰ یحصل بانواع العبادات والسجود والصیام والصدقة والتلاوة وای نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبی الکریم نبی الرحمة فی ذلک الیوم. (۱۵)

ترجمہ: عمل مولود شریف بدعت ہے جو قرون ثلاثہ کے سلف صالحین میں

---

(۱۴) مرجع سابق، نفس الصفحہ

(۱۵) مرجع سابق ج ۱/ص: ۲۲۴

سے کسی سے منقول نہیں لیکن اس کے باوجود وہ اچھائی اور بعض خرابیوں پر مشتمل ہے لہذا جس شخص نے عمل مولود میں خوبیوں کو اختیار کیا اور خرابیوں سے پرہیز کیا تو یہ بدعت حسنہ ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا (خرابیوں سے اجتناب کرنے کے بجائے اس کا ارتکاب کیا) تو اس کے لئے یہ بدعت سئیہ ہے میرے نزدیک اس کی (محفل مولود شریف کی) اصل بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے (اس کا سبب) ان سے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حق دار ہوں آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا حضور کے اس فعل سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ جس پر اللہ نے کسی معین دن کوئی نعمت عطا فرما کر یا ضرر رساں چیز کو دفع فرما کر احسان کیا تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ہر سال اس معین دن اس شکر کا اعادہ کرے اور اللہ کا شکر کا عبادت، سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن وغیرہ مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، اور اس سے بڑی اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالی نے اس دن نبی کریم ﷺ کو پیدا فرمایا۔

سبل الہدیٰ کے مصنف حافظ ابن جزری اور حافظ دمشقی سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف والے واقعہ سے دلیل نقل کر کے علامہ جلال الدین سیوطی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عندی أن اصل المولد الذی هو اجتماع الناس وقرأة ماتیسر من القرآن وروایة الاخبار الواردة فی مبدأ امر النبی ﷺ وما وقع فی مولده من الأیات ثم یمدلهم سماط یاکلونه و ینصرفون من غیر زیادة علی ذلک من البدع

الحسنة التی یثاب علیها صاحبها لما فیه من تعظیم قدر النبی ﷺ واظهار الفرح والاستبشار بمولده الشریف. (۱۶)

ترجمہ: میرے نزدیک اصل مولود شریف بدعت حسنہ ہے، جو اس قدر ہے کہ لوگوں کا جمع ہونا اور بقدر وسعت قرآن کی تلاوت کرنا، نیز ان اخبار و آثار کا بیان کرنا جو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں اور ان نشانیوں کو بیان کرنا جو آپ کے مولود شریف میں واقع ہوئیں ہیں پھر لوگوں کے واسطے دستر خوان آراستہ کرنا کہ لوگ کھائیں اور ان امور کے علاوہ اور کام کیے بغیر واپس چلے جائیں (یہ امور) بدعت حسنہ ہیں اس پر اس کے کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کی تعظیم و تکریم ہے اور حضور کے میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس عمل کی جو اصل حافظ ابن حجر نے بیان فرمائی اس کے علاوہ ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ فرمایا، پھر امام سیوطی سنن ابن ماجہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

الصواب انه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنکرات شرعا. (۱۷)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ (مولود شریف) بدعت حسنہ مستحبہ ہے جبکہ شرعاً منکرات سے خالی ہو۔

پھر اس کے بعد سبل الہدیٰ میں چند شعر ذکر کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

یا مولداً فاق الموالد کلها — شرفا وساد بسید الأسیاد (۱۸)

ترجمہ: اے مولود جس نے تمام مولودوں پر فوقیت و شرف پایا اور سید السادات (حضور) کے سبب تو بھی صاحب سیادت ہوگیا۔

---

(۱۶) مرجع سابق ج ۱/ص: ۳۴۵

(۱۷) مرجع سابق ج ۱/ص: ۳۴۵

(۱۸) مرجع سابق ج ۱/ص: ۳۴۷

حافظ جلال الدین سیوطی علامہ فاکہانی (جنہوں نے میلاد کو بدعت سیئہ کہا ہے) کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما احدثه ملك عادل عالم و قصد به التقرب الى الله تعالىٰ و حضر عنده فيه العلماء و الصلحاء من غير نكير منهم و ارتضاه ابن دحية رحمه الله تعالىٰ و صنف له من اجله كتابا فهو لاء علماء متدينون رضوه و اقروه و لم ينكروه. (۱۹)

ترجمہ: میلاد شریف منانے کو ایک عالم عادل بادشاہ نے ایجاد کیا اور اس نے اس سے تقرب الی اللہ کا ارادہ کیا اس کے دربار میں علما و صلحا موجود تھے ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور اس (مولود مبارک منانے) کو ابن دحیہ رحمہ اللہ نے پسند فرمایا اور اس کے واسطے انھوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی تو یہ سب دیندار علمائے کرام ہیں جنہوں نے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کو برقرار رکھا اور اس کا انکار نہیں فرمایا۔

یہ سبل الہدیٰ والرشاد سے ہم نے اختصاراً نقل کیا ہے اور جو سبل الہدیٰ والرشاد میں (میلاد مبارک کے متعلق) ذکر ہے وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے اس کے مقابلے میں جو دوسرے اکابر نے ذکر کیا ہے، ہم نے اسی قدر پر اکتفا کیا جتنا اس کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ (۲۰)

---

(۱۹) مرجع سابق ج ۱/ص:۴۳۹

(۲۰) مصنف کے صاحبزادے تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی نے محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب "سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام" فارسی زبان میں تالیف فرمائی ہے، اس میں آپ نے بعض علما اور ان کی تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جو محفل میلاد کے جواز واستحسان کے قائل ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اکابر علما اور کبار ائمہ نے محفل میلاد شریف کے جائز و مستحسن ہونے کا حکم دیا ہے، ان میں سے بعض حضرات یہ ہیں: (۱) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۲) ملا علی قاری (۳) صاحب مجمع البحار (۴) علامہ ابن حجر مکی (۵) حافظ جلال الدین سیوطی (۶) امام جزری صاحب حصن حصین (۷) علامہ سلیمان برسوی (۸) شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری (۹) امام محمد اللہ بن شیخ شمس الدین (۱۰) مولانا حسن بجری (۱۱) شیخ برہان ناجی (۱۲) شیخ شمس الدین احمد بن محمد سیواسی (۱۳) حافظ زین الدین عراقی (۱۴) امام ابو زرعہ (۱۵) سید عفیف الدین شیرازی (۱۶) علامہ مجد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس (۱۷) شیخ محمد بن حمزہ الواعظ (۱۸) حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۱۹) علامہ شمس الدین

خلاصۂ کلام یہ کہ ائمہ کرام کا جم غفیر اور امور مسلمین کے اہل حل وعقد کی بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مولود شریف کرنا مستحب و مستحسن ہے، لہٰذا قائل کا یہ کہنا کہ مولود کرنا گناہ کبیرہ ہے یہ قول باطل جہالت پر مبنی ہے، اور سواد اعظم کے مخالف ہے، اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے عوام وخواص کو فاسق و کافر کہنا ہے کیونکہ یہ حضرات میلاد شریف کو مستحب و مستحسن سمجھتے ہیں۔

اگر یہ قائل دین کا ذرا بھی علم رکھتا ہے، تو یقیناً اس نے یہ علم دین عادل اور ثقہ علما سے حاصل کیا ہوگا، اور ضرور اس نے اپنے اساتذہ سے لے کر آخر تک سلسلۂ سند کی تحقیق کی ہوگی، اب (ہمارا مطالبہ ہے کہ) اپنی سند سے صحاح کی کوئی بھی ایک ایسی حدیث پیش کر دے جس کے سلسلۂ سند میں اس ''گناہ کبیرہ'' کا مرتکب، اور اس کو ''مستحسن'' قرار دینے والا کوئی شخص نہ ہو، بفضلہٖ تعالیٰ اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، اور اگر دعویٰ رکھتا ہو تو پیش کرے ''ہمی میداں ہمی گوئے'' (ہاتھ کنگن کو آرسی کیا) شاخ پر بیٹھ کر جڑ کاٹنا کسی عقل مند کا کام نہیں ہے۔

(۲) محفل میلاد شریف میں قیام کرنا۔

محفل مولود شریف میں قیام کے متعلق امام برزنجی فرماتے ہیں:

گزشتہ صفحہ کا بقیہ......

دمیاطی (۲۰) امام برہان الدین ابو الصفا (۲۱) علامہ فخر الدین ابوبکر الدلجی (۲۲) علامہ شیخ محمد بن عثمان (۲۳) حافظ ابو شامہ (۲۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (۲۵) صاحب سیرت شامیہ (۲۶) صاحب سیرت حلبیہ (۲۷) علامہ ابو القاسم محمد بن عثمان اللؤلوی (۲۸) علامہ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ البکری (۲۹) حافظ ابن رجب حنبلی (۳۰) علامہ ابو الطیب مالکی وغیرہ۔

پھر آپ نے کچھ کتابوں کا ذکر کیا ہے جو یا تو خاص میلاد شریف کے موضوع پر لکھی گئی ہیں یا پھر ان میں ضمناً میلاد شریف کے جواز واستحسان کا حکم ہے، مثلاً (۱) انسان العیون فی سیرت الامین المامون (۲) التعریف فی المولد الشریف (۳) حسن المقصد فی عمل المولد (۴) موعد الکرام لمولد النبی علیه السلام (۵) جامع الآثار فی مولد النبی المختار (۶) المورد الصادی فی مولد الهادی (۷) اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق (۸) عرف التعریف فی المولد الشریف (۹) الدر المنظم فی المولد الاعظم (۱۰) اللفظ الجمیل بمولد النبی الجمیل (۱۱) فتح الله حسبی و کفی فی مولد المصطفی (۱۲) النفحة العنبریة فی مولد خیر البریة (۱۳) مفتاح السرور و الافکار فی مولد النبی المختار (۱۴) سیرت شامیه (۱۵) الضوء اللامع (۱۶) المورد الروی فی المولد النبوی (۱۷) ماثبت بالسنة (۱۸) المواهب اللدنیة (۱۹) مدارج النبوة وغیره

دیکھیے: سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام: ص ۵/۶ مطبع النبی دہلی۔

قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذورواية ورؤية و طوبى لمن كان تعظيمه ﷺ مرامه و مرماه. (۲۱)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے مولود مبارک کے ذکر پر قیام کرنا صاحب الروایہ اور صاحب الرؤیہ دونوں قسم کے اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کو جس نے حضور ﷺ کی تعظیم کو اپنا مقصد و غایت بنالیا۔

مولانا حسن دمیاطی (مدرس مسجد الحرام) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا قیام مذکور کے مستحب و مستحسن ہونے پر اتفاق ہے رسول انور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی علامہ مدائنی فرماتے ہیں کہ ذکر ولادت کے وقت قیام کی عادت جاری ہے اور یہ قیام بدعت مستحبہ ہے۔ جس میں خوشی و مسرت اور تعظیم کا اظہار ہے۔

اس فتویٰ پر چاروں مذہب کے مفتیان کرام کے دستخط اور مہر ثبت ہیں سب نے کثیر علمائے کرام اور دین اسلام کے پیشواؤں سے قیام کا مستحسن ہونا نقل فرمایا ہے۔

مولانا عبداللہ سراج لکھتے ہیں:

ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا جلیل المرتبت ائمہ کرام سے تواترا ثابت ہے، (۲۲) حکام اسلام نے اسے بغیر کسی نکیر کے برقرار رکھا ہے لہٰذا یہ عمل مستحسن (بہتر) ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن جس کو مومن اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

صاحب سیرت شامیہ نے قیام میلاد کو جو بدعت فرمایا ہے صاحب حلبی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں"۔ پھر صاحب حلبیہ بدعت محمودہ کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کو امت اسلامی کے عالم جلیل قدوۃ العلما امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے پسند فرمایا ہے اور اس زمانے

۲۱۔ مولود برزنجی ص: ۵۳ مطبع محمد رضا استنبول ۱۲۹۴ھ

۲۲۔ بحرالرائق میں ہے کہ تعامل ناس اجماع کے تابع ہے۔ (مصنف)

کے مشائخ کرام نے اس عمل میں آپ کی متابعت کی" پھر امام سبکی کا واقعہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ متابعت واقتدا کے لیے اتنا ہی کافی ہے"۔

لہٰذا قائل کا اس قیام کو شرک کہنا سوائے جنون کے اور کچھ نہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ازروئے شرع نفس الوہیت میں کسی کو شریک کرنے کا نام شرک ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں اس کی صراحت فرمائی ہے(۲۳)۔قیام وقعود کو شرک سے کوئی تعلق نہیں قیام تو عبادت کے ساتھ خاص بھی نہیں ہے برخلاف سجود کے،اس کی صراحت آیت کریمہ والرکع السجود کے تحت تفسیر عزیزی میں موجود ہے۔

سجدہ عبادت کے ساتھ خاص ہونے کے باوجود عبادت کی نیت سے کرنا شرک ہے تعظیماً سجدہ کرنا شرک نہیں یہ سابقہ شریعتوں میں جائز تھا مگر سجدۂ تعظیمی اس شریعت میں حرام قرار دے دیا گیا،اس بات کی صراحت بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں فرمادی ہے۔

تمام باتوں سے قطع نظر منکرین قیام کو ساکت کرنے کے لیے ان کے متقدا کی کتاب

---

(۲۳) شرح عقائد میں ہے: الاشراک هو اثبات الشریک فی الالوهیة بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی العبادة کما لعبدة الاصنام. (شرح عقائد: علامہ سعد الدین تفتازانی، ص:۶۱، کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے یعنی کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا مذہب ہے یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا جیسا کہ بتوں کی پرستش کرنے والے کرتے ہیں۔

علامہ محمد عبدالعزیز فرہاری اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاشراک هو اثبات الشریک فی الا لوهیة بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس فانهم یعتقدون الهین یزدان خالق الخیر واهر من خالق الشراو بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام فانهم یعتقدون ان الواجب واحد و یزعمون الاصنام مستحقة للعبادة لرجاء الشفاعة منها. (نبراس)

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے یعنی کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسی کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دو خالق ہیں خیر کا خالق یزداں ہے اور شر کا خالق اہرمن ہے، یا کسی کو عبادت کا مستحق جاننا جیسا کہ بت پرست، کیونکہ وہ واجب الوجود تو ایک کو جانتے ہیں مگر یہ گمان کرتے ہیں کہ بت عبادت کے مستحق ہیں اس لیے کہ ان کی جانب سے شفاعت کی امید ہے۔

مأۃ المسائل (۲۴) کا ذکر کرنا کافی ہوگا اس میں بھی سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت کے فرق کو تسلیم کیا گیا ہے۔(۲۵)

جب سجدہ کا یہ حال ہے (یعنی سجدۂ تعظیمی حرام ہے شرک نہیں) تو محفل میلاد میں قیام کو شرک ٹھہرانا نئے دین کی اختراع کے سوااور کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔

(۴) کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا۔

(۵) دائمی قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان دونوں امر کے متعلق اپنے مشہور فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر محض بنا بر زیارت واستغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است ودر تفسیر ''درمنثور'' نقل نمودہ کہ سرِ ہر سال آنحضرت ﷺ بر مقابر می رفتند ودعا برائے مغفرت اہل قبور می نمودند ایں قدر ثابت ومستحب است دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند وفاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا وخلفائے

---

(۲۴) یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے شاہ اسحاق دہلوی کی کتاب ہے، اس کے رد میں مصنف نے ''تصحیح المسائل'' تالیف کی، جس کے جواب میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے ''تفہیم المسائل'' لکھی، تفہیم المسائل کا جواب مصنف کے بھانجے مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی نے ''تعلیم الجاہل'' کے نام سے دیا۔

(۲۵) مأۃ المسائل میں ہے کہ:

۴۳واں سوال: صاحب قبر کی تعظیم کے لیے قبر کو سجدہ کرنا شریعت میں حرام ہے یا کفر وشرک ہے یا گناہ کبیرہ؟

جواب: غیر اللہ کو سجدہ کرنا خواہ قبر ہو یا غیر قبر حرام گناہ کبیرہ ہے اگر کوئی غیر اللہ کو سجدہ عبادت کی غرض سے کرتا ہے تو یہ موجب کفر وشرک ہے اگر کوئی غیر اللہ کو خواہ قبر ہو یا غیر قبر، ایسی حالت میں کرتا ہے کہ وہ (جسے وہ سجدہ کر رہا ہے) سامنے نہیں ہے تو یہ بھی موجب کفر ہے جیسا کہ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے اور سجدۂ تعظیمی جو زمانہ سابق میں تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں منسوخ ہوگیا اور اس پر تفسیر وحدیث اور کتب فقہ دلالت کر رہی ہیں۔(ترجمہ ملخصا) مأۃ المسائل: شاہ اسحاق صاحب دہلوی، ص:۵۹، سید الاخبار ۱۲۶۴ھ

راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء واموات را حاصل می شود سوم طور جمع شدن بر قبور ایں است کہ مردمان یک روز معین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ مثل روز عید پوشیدہ مثل روز عید شادماں شادماں بر قبرہا جمع می شوند رقص مزامیر ودیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبر می نمایند ایں قسم حرام و ممنوع است۔ (۲۶)

ترجمہ: سال میں کسی معین دن قبور پر جانے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کسی معین روز ایک شخص یا دو شخص بغیر کثیر لوگوں کے اجتماع کے زیارت اور استغفار کی غرض سے قبور پر جائیں تو یہ احادیث سے ثابت شدہ ہے تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا واستغفار فرماتیا تنی بات ثابت ہے اور مستحب ہے۔

(۲) اجتماعی طور پر کثیر لوگ جمع ہوں اور قرآن کریم کا ختم کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو اگر چہ یہ قسم رسول اکرم ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانۂ مبارک میں موجود نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا ہے (یعنی مزارات پر جمع ہو کر شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کرتا ہے) تو اس میں (ازروئے شرع) کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ طریقہ برانہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۳) کسی معین روز لوگ روز عید کی طرح مسرور و شاداں بہترین لباس زیب تن کر کے جمع ہوں اور مزامیر کے ساتھ رقص کریں اور دیگر ممنوع بدعتوں کا ارتکاب کریں جیسے قبروں پر سجدے کرنا ان کا طواف کرنا تو یہ طریقہ حرام وممنوع ہے۔

(۲۶) فتاوی عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۴۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

شاہ عبدالعزیز صاحب علی محمد خاں صاحب مرحوم رئیس مراد آباد کے جواب میں رقم فرماتے ہیں کہ:

کہ در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد می شود مجلس ذکر وفات شریف و مجلس ذکر شہادت حسنین کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش قریب چہار پانچ صد کس بلکہ گاہے قریب یک ہزار کس فراہم می آیند و درود می خوانند بعد ازاں کہ فقیر می برآید می نشیند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ درمیان می آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگاں و تفصیل بعض حالات و بد مآلی قاتلان ایشاں وارد شدہ نیز مذکور می شود الی اخر ما قال بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ماحضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر ایں چیز ہا نزد فقیر ہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی شود اقدام بر آن اصلا نمیکرد و بعد ازاں آنچہ نامشروع است حاجت بیان ندارد (ملخصا)

ترجمہ: پورے سال میں فقیر (شاہ عبدالعزیز صاحب) کے گھر دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں ایک ذکر وفات شریف کی مجلس، دوسری ذکر شہادت حسنین کریمین کی مجلس۔ عاشورا سے ایک دو دن پہلے چار پانچ سو لوگ بلکہ کبھی ایک ہزار لوگ جمع ہو کر درود پاک کا ورد کرتے ہیں اس کے بعد فقیر (گھر کے کمرے سے) باہر نکلتا ہے اور فضائل حسنین کریمین کے ذکر کے واسطے بیٹھتا ہے اور جو کچھ احادیث مبارکہ میں ان بزرگوں کی شہادت کے متعلق خبریں وارد ہوئیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور بعض دیگر احوال کی تفصیل کے ساتھ ان حضرات کے قاتلین کا جو برا انجام (روایات میں) وارد ہوا ہے، بیان کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد ختم قرآن اور پنج آیات پڑھی جاتی ہیں پھر کھانے پر فاتحہ ہوتی ہے، لہٰذا یہ چیزیں جس طریقہ پر ذکر کی گئیں ہیں اگر فقیر کے نزدیک جائز نہیں ہوتیں تو فقیر اس پر عمل ہرگز نہیں کرتا اور جو چیزیں ناجائز ہیں (وہ ایسی مشہور و معروف ہیں) ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مولوی عبدالحکیم پنجابی جس نے بزرگان دین کے عرس پر طعن کیا تھا اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> ایں طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں بامداد ثواب وتلاوت قرآن ودعاے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علما وتعیین روز برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار ا ۱۸ اب۔
>
> ترجمہ: یہ طعن مطعون علیہ (جس پر طعن کیا گیا) کے احوال سے جاہل ہونے پر مبنی ہے کیونکہ کوئی شخص سوائے فرائض مقررہ کے کسی کو فرض نہیں سمجھتا، صالحین کی قبور کی زیارت کرنا، ایصال ثواب، تلاوت قرآن اور دعاے خیر کے ذریعہ ان کی امداد کرنا اور کھانا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا ایک امر مستحسن ہے اس پر علمائے کرام کا اتفاق ہے۔
>
> دن کو متعین کرنا اس لیے ہے کہ یہ دن ان کے دار العمل سے دار ا ۱۸ اب کی جانب منتقل ہونے کو یاد دلاتا ہے۔

آخر میں ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر حضور ﷺ کے تشریف لے جانے والی روایت نقل کی ہے، اور ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ چاروں خلفا کا بھی یہی معمول رہا۔

مولوی رفیع الدین صاحب (۲۷) اپنے مشہور فتویٰ میں عرس کی صحت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر کے دن روزہ رکھنے کی دلیل سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حضرت بلال اس لیے روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس روز ولادت رسول، ہجرت اور وحی کا نزول نیز حضور علیہ

---

(۲۷) شاہ رفیع الدین دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند گرامی ہیں، ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء میں ولادت ہوئی، اپنے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ماموں شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے تحصیل علم کی، شاہ عبدالعزیز صاحب کے ضعیف ہونے کے بعد مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس کو زینت بخشی، خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا، عربی، فارسی، اردو میں ۳۰ سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑیں، ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۰۵ تا ۱۰۸، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۹۲

السلام کا وصال مبارک ہوا۔ وہی دن (وصال کا دن) اہل اللہ کے انتظار کے ختم ہونے کا دن ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی روز اللہ والوں کی ارواح کا اجتماع ہوتا ہے اور عالم برزخ کے معاملات منکشف ہوتے ہیں'' پھر یہ تمام تفصیلات ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ''دعا، ختم قرآن اور کھانے کے ذریعہ ان کی امداد کرنا بدعت مباح ہے اور ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:

> یہیں سے مشائخ کرام کے عرسوں کی محافظت، ان کی قبور کی پابندی سے زیارت، فاتحہ خوانی اور صدقہ کا التزام، ان کے آثار، اولاد اور منتسبین کی تعظیم کی طرف متوجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شاہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے والد گرامی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''حضور رسالت مآب ﷺ کے یوم وفات میں حضور کی نیاز کے واسطے کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی جس سے کھانا پکایا جا سکے صرف بھنے ہوئے چنے اور کالے گڑ پر میں نے نیاز کر دی، رات کو خواب میں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے ہیں اور ان ہی کھانوں میں چنے اور گڑ بھی ہیں۔ حضور نے انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ اسے قبول فرما کر اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا اور باقی کو اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔ (۲۸)

ان اکابرین امت کے کلام نے جن کا ہم نے ذکر کیا ہمارے مدعا کو ظاہر کر دیا لہٰذا اس جاہل کا قول بھی باطل و مردود ہو گیا جو ان مستحسن امور کو حرام اور بدعت سیئہ کہتا ہے۔ ان شہروں میں اکثر اہل علم کے علوم کی اسناد کی انتہا ان ہی بزرگان دین کی جانب ہوتی ہے (یعنی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ) پھر ان اکابرین کی طرف اس بات کا منسوب کرنا کہ انہوں نے حرام کو حلال قرار دے دیا تھا، اپنے دینی سلسلے کی جڑ کاٹنا ہے۔

(۴) کیا اولیائے کرام سے مدد طلب کرنا شرک ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ آیت مقدسہ ''اماته فاقبره'' (۲۹) کی تفسیر میں

---

(۲۸) انفاس العارفین: ترجمہ سید فاروق احمد قادری، ص ۱۰۶/ ۱۰۷، مکتبۃ الفلاح دیوبند

(۲۹) عبس آیت ۲۱، ترجمہ: پھر اسے (انسان کو) موت دی اور اسے قبر میں پہنچا دیا

فرماتے ہیں:

توجہ روح بزائرین و مستانسین و مستفیدین بسہولت می شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است و آثار ایں عالم از صدقات و فاتحہ ہا و تلاوت قرآن مجید چوں دراں بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع می شود پس سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن بنا برایں است کہ از اولیاے مدفونین و دیگر صلحاے مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور (۳۰)

ترجمہ: روح کی توجہ زائرین، مستفید ہونے والوں کی جانب بآسانی ہو جاتی ہے بدن کی جگہ کے تعین کے سبب گویا روح کا مکان بھی متعین ہو گیا اور اس عالم کے آثار جیسے صدقات، فاتحہ خوانی، تلاوت کلام مجید کا ثواب جب زمین کے اس ٹکڑے کے پاس کیا جاتا ہے جس میں بدن مدفون ہے تو بآسانی نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا بدن کو جلانا گویا روح کو بے مکان کرنا ہے اور بدن کو دفن کرنا گویا روح کے واسطے ایک مسکن بنانا ہے اسی بنا پر اولیاے کرام اور دیگر صلحاے مومنین جن کو دفن کیا جاتا ہے ان سے انتفاع و استفادہ جاری ہے اور ان کو بھی فائدہ پہنچنا اور ان کی اعانت کرنا متصور ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سورۂ انشقت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اندریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و

(۳۰) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۶۱، پارۂ عم مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

می یابند وزبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات است۔(۳۱)

مصرع- من آیم بجان گرتو آئی بہ تن

ترجمہ: بعض خواص اولیا جو اپنے جوارح کو بنی نوع انسان کی تکمیل اور ارشاد میں لگا چکے ہیں اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں، جہت کمال کی طرف ان کا استغراق اس جانب توجہ کرنے میں مانع نہیں ہوتا ہے، اور اویسی حضرات اپنے کمالات باطنی کی تحصیل انہیں حضرات سے کرتے ہیں، اور حاجت منداپنی مشکلوں کا حل انہیں سے طلب کرتے ہیں، اور ان سے پاتے ہیں اور زبان حال سے گویا وہ یہ فرماتہ ہیں کہ اگر تم اپنے بدن کے ساتھ آئے ہو تو میں ش اپنی روح کے ساتھ حاضر ہوں

اس مسئلہ میں وہابیہ پر رد کرتے ہوئے مولوی محمد موسیٰ صاحب (۳۲) خلف الصدق حضرت مولوی رفیع الدین صاحب قدس سرہ رسالہ "حجۃ العمل" میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

دریں جا سخنے است واجب التنبیہ کہ استعانت از غیر خدا بوجہے کہ اور اخالق عون و مستقل در تصرف داند حرام است واگر اور امظہر عون الٰہی دانستہ استعانت نماید جائز است و این نوع استعانت از صحابہ تا حضرت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب و مولوی رفیع الدین صاحب در تصحیح المسائل وغیرہ بخوبی ثابت گردیدہ است پس مقصود قائل اگر معنی اول است دراں کلام

(۳۱) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۱۳۹، تحت سورۂ انشقت، مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

(۳۲) آپ کی ولادت ۱۱۹۳ھ سے قبل ہوئی، اپنے اسلاف کی شہرۂ آفاق درسگاہ مدرسہ رحیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، اپنے چچازاد بھائی شاہ اسماعیل دہلوی کے افکار ونظریات کے رد میں دو رسالے تالیف فرمائے، حجۃ العمل فی ابطال الجہل، اور رسالہ در تحقیق استعانت، جامع مسجد دہلی کے مشہور تاریخی مناظرے میں مولانا اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحی بڈھانوی کے مقابلے میں علمائے اہل سنت کے ساتھ آپ نے بھی سرگرمی سے حصہ لیا، علامہ فضل حق خیرآبادی نے جب شاہ اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتویٰ لکھی تو اس پر دیگر علمائے دہلی کے ساتھ آپ نے بھی تائیدی دستخط فرمائے، ۱۲۵۹/۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۸۳ تا ۱۸۶، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۹۲

نیست و نہ کسے مدعی آن و اگر معنی دویم ارادہ کردہ است شک نیست در خروج او از اہل حق و دخول در مذہب نجدیہ کہ کافہ علمائے عرب و عجم خصوص دریں مسئلہ ضلال او بادلہ قطعیہ ثابت کردہ اند۔

ترجمہ: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ غیر خدا سے استعانت اس طریقہ پر کرنا کہ اس کو خالق عون اور تصرف میں مستقل بالذات ماننا تو یہ حرام ہے اور اگر اسے عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کی تو یہ جائز ہے اور اس قسم کی استعانت صحابہ کرام کے مقدس گروہ سے لے کر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب تک تقصیح المسائل وغیرہ کتب میں بہت اچھی طرح ثابت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا اگر (منکر استعانت) قائل کا مقصد پہلے والے معنی ہیں تو اس (پہلے والے معنی کے حرام و کفر ہونے) میں کوئی کلام نہیں اور اس معنیٰ کا کوئی مدعی بھی نہیں اور اگر قائل نے دوسرے معنیٰ کا ارادہ کیا ہے (یعنی غیر اللہ کو عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کو حرام و کفر کہا ہے) تو اس قائل کے اہل حق کی جماعت سے نکلنے اور نجدی فرقہ کے اندر داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیوں کہ تمام عرب و عجم کے علمائے کرام نے خاص طور سے اسی مسئلہ میں قطعی دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی ثابت کر دی ہے۔ (۳۳)

(۶) حضور انور ﷺ کے نقش پا کا معجزہ۔

علامہ احمد بن محمد القسطلانی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''المواہب اللدنیہ'' میں حضور علیہ السلام کے نقش پا کے معجزہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا مشی فی الصخر غاصت قدماہ فیہ کما ھو مشھور قدیماً و حدیثا علی الألسنة. (۳۴)

---

(۳۳) مسئلہ توسل واستعانت پر تحقیقی اور تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے مصنف کی کتاب ''احقاق حق''، ترجمہ و تحقیق از راقم الحروف، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں۔

(۳۴) المواھب اللدنیۃ ۲/ص:۶۳۰ پوربندر گجرات ۲۰۰۱ء

ترجمہ: حضور انور ﷺ جب پتھر پر چلتے تھے تو آپ کے دونوں قدم مبارک اس پتھر میں اثر فرماتے جیسا کہ زمانہ قدیم اور موجودہ عہد میں زبانوں پر مشہور ہے۔

حضور کے نقشِ پا کے معجزہ کا ذکر علامہ محمد رہاوی نے کتاب المعجزات میں اور قاضی دیار بکری نے تاریخ خمیس میں علامہ فخر الدین الرازی سے نقل کیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب، امام رزین العبدری صاحب صحاح نے خصائص میں، اور علامہ حلبی نے ''انسان العیون'' میں امام سبکی کے استشہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور اس معجزہ کا ذکر امام زبری وتلمسانی نے فتح المتعال میں حافظ متولی، ابن سبع اور نیشاپوری کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ اور امام بوصیری نے قصیدۂ ہمزیہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ کتب صحاح ستہ میں حضور کے نقش پا کا معجزہ مذکور نہیں ہے مگر ان میں اور بعض دیگر کتب میں اس کے نہ ہونے اور بعض لوگوں کے اس پر مطلع نہ ہونے کی بنیاد پر اس کا انکار کرنا درست نہیں، جبکہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس معجزہ کو وصف شہرت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسے قبول کر کے اس کے منکر پر نکیر قائم فرمائی ہے۔

اس معجزے کے انکار کی بنا فقط (۳۵) اس پر ہے کہ یہ معجزہ مواہب لدنیہ وغیرہ کتب سیر سے ثابت نہیں ہے اسی وجہ سے صاحب سیرت شامیہ نے لکھ دیا ہے کہ ''اس معجزہ کا وجود حدیث اور کتب تواریخ میں نہیں'' اور جب اہل ایمان نے خود مواہب لدنیہ اور دیگر معتبر کتب سے اس معجزہ کو ثابت کر دیا تو منکر کے دعویٰ کی بنیاد جڑ سے اکھڑ گئی۔ صاحب سیرت شامیہ کا اس معجزہ کو کتب حدیث وتاریخ میں نہ پانا ہمارے مطلوب کے لیے ضرر رساں نہیں کیونکہ ان کے استاذ امام جلال الدین سیوطی نے اسے صاحب صحاح امام رزین کی خصائص میں پایا اور اپنی کتاب ''انموذج'' میں ذکر کیا، اور علامہ حلبی وتلمسانی نے حلبی پر تعریض کی اور اس کو حلبی کے معتبر اور

---

(۳۵) اس معجزے کے رد میں یہ اور اس کے بعد والی دلیل میاں سید نذیر حسین دہلوی صاحب نے دی تھی، انہوں نے اس کے رد میں ایک فارسی رسالہ ''الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم'' تصنیف کیا، یہ رسالہ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ میں تالیف کیا گیا اور ربیع الاول ۱۲۶۷ھ میں فخر المطابع دہلی سے شائع ہوا، اس کے رد میں مولانا محمد کریم اللہ شاہجہان آبادی (م: ۱۲۹۱) نے ''برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم'' (مطبع دار السلام دہلی رجب ۱۲۶۷ھ) اور مولانا محمد فرید الدین دہلوی (م: ۱۲۷۴ھ) نے ''السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول'' (مطبع اردو اخبار دہلی ۱۲۶۷ھ) تالیف کی۔

مستند (امام سیوطی) ہی سے ثابت کر دیا۔

منکر کی دوسری دلیل یہ کہ امام قاضی بیضاوی، امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر، صاحب مدارک، نیشاپوری، حسینی و جواہر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا پتھر پر اثر اور اس کا زمانہ دراز تک قائم و باقی رہنا حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کا خاصہ ہے۔

اس سے قطع نظر کہ یہاں بیضاوی، حسینی اور صاحب جواہر کا نام ذکر کر کے منکر نے ان پر اتہام کیا ہے (کیونکہ ان حضرات نے یہ بات نہیں لکھی) میں عرض کرتا ہوں کہ منکر کے کلام کے سیاق وسباق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کو صرف اسی خصوصیت سے انکار نہیں بلکہ وہ اس قاعدۂ کلیہ (جو جامع معجزات کثیرہ ہے) کا منکر ہے کہ ''جو بھی خصوصیت کسی نبی کو دی گئی اس کا مثل ہمارے حضور ﷺ کو ضرور دیا گیا''۔

مواہب لدنیہ کے چوتھے مقصد کی دوسری فصل میں یہ قاعدہ موجود ہے اور گویا پوری فصل اسی قاعدے کی فروع کے بیان میں ہے، مثلاً لکھتے ہیں:

واما ما اعطیه سلیمان علیه السلام من کلام الطیر وتسخیر الشیاطین والریح والملک الذی لم یعطیه احد من بعده فقد اعطی سیدنا محمد ﷺ مثل ذلک وزیادة(۳۶)

وہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت دی گئی مثلاً پرندوں سے کلام کرنا، جنات اور ہوا کی تسخیر اور بادشاہت وغیرہ ان کے بعد کسی اور کو نہیں دی گئی، لیکن وہی خصوصیت بلکہ اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کو عطا کی گئی۔

اور معجزہ نقش قدم کا حضرت ابراہیم کا خاصہ ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ویسا ہی معجزہ اس ذات گرامی کو دیا جائے کہ جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہو کہ وہ تمام انبیا علیہم السلام کی خصوصیتوں کی جامع ہے بلکہ حضور علیہ السلام کی یہ خصوصیت تو تقاضا کر رہی ہے کہ آپ بھی حضرت ابراہیم کی مذکورہ خصوصیت کے حامل ہوں، دیکھو صاحب مواہب امام قسطلانی حضرت ابراہیم کے معجزۂ نقش قدم کو حضور ﷺ کے معجزۂ قدم کی تائید میں لائے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

(۳۶) المواھب اللدنیة: ج۲، ص۵۹۲، پوربندر گجرات ۲۰۰۱ء

اذما خص نبی بشی من المعجزات والکرامات الا ولنبینا ﷺ مثلہ کما نصوا علیہ (۳۷)

اس لیے کہ جو بھی معجزہ یا بزرگی کسی نبی کو ملی اس کی مثل ہمارے نبی ﷺ کے لیے ثابت ہے جیسا کہ علمانے بیان کیا ہے۔

منکر اعجاز کی دلیل کا مدار لفظ "خاصہ" پر ہے، جو مفسرین کے کلام میں وارد ہوا ہے، مفسرین کے امام امام رازی ہیں اور صاحب تاریخ خمیس نے انہیں امام ہمام (رازی) سے یہ معجزہ نقل کیا ہے۔

(۷) کیا تعزیہ قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے۔

(۸) کیا ہولی دیکھنے یا دسہرہ میں جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق و تکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہٰذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔

قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ چاند سورج کا دیکھنا، گنگا جمنا کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا کفر ہو حالانکہ زمانۂ بعثت سے لے کر فتح مکہ تک ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ کا عمرہ کرنے آنا اور صحابہ کا اس زمانہ میں حج کرنے آنا اور فتح مکہ کے روز حضور اور تمام صحابہ کا ان باطل معبودوں کو دیکھنا ظاہر ہے، حج کی فرضیت کے بعد فتح مکہ سے پہلے جب صحابہ کرام حج کی ادائیگی کے لیے آئے اساف و نائلہ (جو

(۳۷) مرجع سابق: ج ۲، ص ۵۹۲

بتوں کے نام ہیں) کی وجہ سے صفا اور مروہ پر سعی کرنے میں کچھ تامل ہوا تو آیت کریمہ فلا جناح علیہ ان یطوف بھما (۳۸) نازل ہوئی۔

ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحطاوی میں ہے:

ویکفر باتیانہ عید المشرکین تعظیما (۳۹)

ترجمہ: آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے۔

عالمگیری میں ہے

(یکفر) بخروجہ الی نیروز المجوس لموافقتہ معھم فیما یفعلون فی ذلک الیوم وبشرائہ یوم النیروز شیئاً لم یکن یشتریہ قبل ذلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباھدائہ ذلک الیوم للمشرکین ولو بیضۃ تعظیما لذلک لاباجابۃ دعوۃ مجوسی حلق راس ولدہ. (۴۰)

ترجمہ: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے، اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگرچہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح دیگر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(۳۸) البقرۃ:۱۵۸

(۳۹) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ج:۲/ص:۴۷۹، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان

(۴۰) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۲/ص:۲۷۷، الباب التاسع فی احکام المرتدین۔

شام کے شہروں میں یہ رسم تھی کہ مسافر کافروں کے عبادت خانوں میں ٹھہرتے تھے جیسا کہ یہ ابھی تک ہندوستان کے جنوبی شہروں میں رائج ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کے ذمی کافروں سے یہ عہد نامہ لکھوایا کہ وہ مسلمان مسافروں کو اپنے عبادت گھروں میں ٹھہرنے سے منع نہیں کریں گے یہ روایت طحطاوی وغیرہ معتبر کتب میں موجود ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ خلاصہ میں لکھا ہے، نوادر ہشام میں امام محمد سے مروی ہے کہ: ''گھر یا خیمہ کو تصاویر یا بت سازی کے لیے کرایہ پر دینا مکروہ ہے، لیکن کرایہ پر دینے والا اس کی اجرت کا مستحق ہے''۔ ہشام کہتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اصباغ اجیر کی جانب سے ہو جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، نیز اگر گھر بت سازی کے لیے کرایہ پر دیا جائے اور اس میں اصباغ مستاجر کی جانب ہو تو اجرت جائز نہیں ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے اور اس کی مزدوری حلال ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

باب الاسواق التی کانت فی الجاهلية فتبايع بها الناس فی الاسلام (۴۱)

ترجمہ: یہ باب ان بازاروں کے بیان میں جو زمانۂ جاہلیت میں تھے اور لوگ زمانۂ اسلام میں بھی ان بازاروں میں خرید و فروخت کرتے تھے۔

فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت کے افعال اور گناہوں کی جگہوں میں طاعت و فرماں برداری کے کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

اور اس باب میں جو حدیث مروی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

کانت عکاظ و مجنة وذو المجاز اسواقا فی الجاهلية فلما

(۴۱) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب الاسواق التی کانت فی الجاهلية فتبايع بها الناس فی الاسلام۔

كان الاسلام تأثموا من التجارة فيها فانزل اللّٰه ليس عليكم في مواسم الحج قرأ ابن عباس كذا. (۴۲)

ترجمہ: عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنا برا سمجھا تو اللہ نے حکم نازل فرمایا کہ حج کے موسم میں ان بازاروں میں تجارت کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی پڑھا ہے۔

عینی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ان بازاروں میں جانا اور کپڑا خریدنا ثابت ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عن جابر بن عبداللّٰه انه سمع رسول اللّٰه ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان اللّٰه و رسوله حرم بيع الخمر و الميتة والخنزير والاصنام. (۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے سال حضور ﷺ کو مکہ مبارکہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام کر دیا۔

فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی حدیث مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

والعلة في منع بيع الاصنام عدم المنفعة المباحية فعلى هذا ان كانت بحيث اذا كسرت ينتفع برضاضها جاز بيعها عند بعض العلماء من الشافعية وغيرهم والاكثر على المنع حملا للنهي على ظاهره والظاهر أن النهي عن بيعها للمبالغة في التنفير عنها ويلتحق بها في الحكم الصلبان التي تعظمها النصارى ويحرم نحت جميع ذلك وصنعته. (۴۴)

۴۲۔ مرجع سابق

۴۳۔ صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام۔

۴۴۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری: ابن حجر عسقلانی ج:۴/ص:۴۲۶، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ

ترجمہ: بیع اصنام کی ممانعت کی وجہ ان سے منفعت مباحیہ کا نہ ہونا ہے، لہذا اس تقدیر پر ایسے بت جو ٹوٹنے کے باوجود اپنے ریزوں کے ذریعہ نفع کا سبب بنے تو ان بتوں کی بیع بعض شوافع اور دیگر علما کے نزدیک جائز ہے لیکن اکثر علمائے کرام حدیث میں وارد نہی کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بیع اصنام میں نہی بتوں سے نفرت دلانے کے باعث بطور مبالغہ مستعمل ہے اور یہی حکم صلیبوں کا ہے جس کی نصاری تعظیم وتکریم کرتے ہیں ان تمام بتوں اور صلیبوں کی صنعت حرام ہے۔

دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید وفروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے عبادت خانہ کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصداً یا بلاقصد دیکھنا کفر ہو جائے؟۔

تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنے کو کفر کہنے والے قائل کے شریعت محمدیہ کی مخالفت کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

(۹) کیا کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں؟۔

کعبہ شریفہ اور مدینہ منورہ کے خطہ کی بزرگی کا انکار کرنا صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کا انکار نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کا انکار اور اس کو ہلکا سمجھنا ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے مخاصمت کرنا ہے، قرآن اور حدیث ان دونوں جگہوں کی بزرگی کے بیان سے پُر ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا. (۴۵)

ترجمہ: اور یاد کرو ہم نے گھر کو (خانۂ کعبہ کو) مرجع انام اور جائے امن بنا دیا

(۲) وهذا البلد الامين. (۴۶)

ترجمہ: قسم ہے اس امن دینے والے شہر کی۔

۴۵۔ البقرۃ:۱۲۵ ۴۶۔ التین:۳

(۳) رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرَ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ (۴۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے مقدس گھر کے پاس اس وادی میں بسادیا جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے۔

(۴) اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَّمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ. (۴۸)

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا یقیناً وہ مکہ مکرمہ میں ہے جو برکت والا اور سارے جہان کے لیے ہدایت ہے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں اور مقام ابراہیم ہے تو جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ محفوظ ہے اور اللہ کے لیے ان لوگوں پر حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جس نے انکار کیا تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

(۵) وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ. (۴۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت و فضیلت احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

(۱) قال رسول اللّٰہ ﷺ لمکۃ ما اطیبک من بلد واحبک الیّ ولو لا ان قومی اخرجونی منک ما اسکنت غیرک. (۵۰)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو ہر شہر سے اچھا اور سب

۴۷۔ ابراہیم:۳۷ ۴۸۔ آل عمران:۹۷ ۴۹۔ الحج:۳۲

۵۰۔ سنن الترمذی: کتاب المناقب: باب فی فضل مکۃ

سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے اگر میری قوم مجھے تیری حدود سے باہر نہ کرتی تو میں تیرے علاوہ کہیں سکونت پذیر نہیں ہوتا۔

(۲) قال رسول اللہ ﷺ واللہ انک خیر ارض اللہ ولو لا انی اخرجت منک ما اخرجتہ. (۵۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اے مکہ تو اللہ کی بہترین زمین ہے اگر مجھے تجھ سے باہر نہ کیا جاتا تو میں تجھے چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔

(۳) وقال رسول اللہ ﷺ لا تزال ھذہ الامۃ بخیر ما عظموا ھذہ الحرمۃ حق تعظیمھا فاذا ضیعوا ذلک ھلکوا. (۵۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا امت جب تک اس حرم کی تعظیم وتکریم کرتی رہے گی خیر و برکت میں رہے گی اور تعظیم نہیں کرے گی تو ہلاکت مقدر بن جائے گی۔

(۴) قال رسول اللہ ﷺ انی احرم ما بین لا بتی المدینۃ ان یقطع عضاھھا اویقتل صیدھا وقال المدینۃ خیر لھم لو کانو یعلمون لایدعھا رغبۃ الا ابدل اللہ فیھا من ھو خیر منہ ولا یثبت احد علی لاوائھا وجھدھا الا کنت شفیعالہ یوم القیمۃ. (۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینے کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کو حرم قرار دیتا ہوں کہ اس میں کوئی درخت کاٹا جائے یا اس کے جانور کا شکار کیا جائے۔لوگ اگر جانتے تو کسی غرض کو خاطر بھی اس کو نہ

۵۱۔ مسند احمد بن حنبل: ج۴،ص۳۰۵،موسسۃ قرطبہ القاہرہ

۵۲۔ الف: ابن ماجہ: کتاب المناسک، باب فضل مکۃ

ب: مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳/ص:۲۶۸،مکتبۃ الرشد الریاض ۱۴۰۹ھ

۵۳۔ الف: صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل المدینۃ دعاء النبی ﷺ فیھا بالبرکۃ

ب: سنن البیہقی الکبری: کتاب الحج: باب ماجاء فی حرم المدینۃ

ج: مسند احمد بن حنبل: ج۱/ص:۱۸۱، موسسۃ قرطبۃ القاہرہ

چھوڑتے مگر یہ کہ اللہ ان کو مدینہ میں اس سے بہتر عطا فرماتا، جو شخص بھی مدینہ کی سختی اور بھوک پر ثابت قدم رہا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

(۵) وعن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ ﷺ اللھم ان ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام حرم مکۃ فجعلھا حرما وانی حرمت المدینۃ حراما مابین مأزمیھا ان لا یھراق فیھا دم ولا یحمل فیھا سلاح لقتال ولا یخبط فیھا شجرۃ الا لعلف. (۵۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے یہاں خوں ریزی نہ کی جائے، نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑیں جائیں۔

(٦) قال رسول اللہ ﷺ امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب وھی المدینۃ تنفی الناس کما تنفی الکیر خبث الحدید (۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بستی کی طرف ہجرت کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہوگی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے، مدینہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

(۷) قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ

۵۴۔ صحیح مسلم: کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ

۵۵۔ بخاری: کتاب الحج، باب فضل المدینۃ وانھا تنفی الناس

شرارها كما ينفي الكير خبث الحديد.(۵٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مدینہ برائیوں کو دور کردے جیسا بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کردیتی ہے۔

(۸) عن عائشة بنت سعد قالت سمعت سعدا قال سمعت النبی ﷺ يقول لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح فی الماء.(۵۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے حضرت سعد کو فرماتے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا جو بھی مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) من استطاع ان يموت فی المدينة فليمت بها فانی اشفع لمن يموت بها(۵۸)

ترجمہ: تم میں سے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہیے، اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(۱۰) وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ انّ الايمان ليأرز الی المدينة كما تارز الحية الی حجرها. (۵۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

۵٦۔ مسلم: کتاب الحج، باب المدينة تنفی شرارها

۵۷۔ بخاری: کتاب الحج، باب اثم من كاد اهل المدينة

۵۸۔ ترمذی: کتاب المناقب، باب فی فضل المدينة

۵۹۔ الف: صحیح بخاری: کتاب الحج، باب الايمان يأرز الی المدينة

ب: صحیح مسلم: کتاب الايمان: باب بيان أن الاسلام غريبا و سيعود غريباً وانه يأرز بين المسجدين

ج: ابن ماجہ: کتاب المناسك، باب فضل المدينة

د: مسند احمد بن حنبل: ج۲/ص:۲۸٦، مؤسسة قرطبة القاهره

ایمان مدینہ میں سمٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔

(۱۱) قال عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ سمعت رسول اللّٰہ ﷺ وھو بواد العتیق یقول اتانی الیلة آت من ربی فقال صل فی ھذا الوادی المبارک . (۶۰)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس وقت آپ وادیٔ عتیق میں تھے، کہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے۔

یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہیں۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے عناد رکھنے والے شخص نے جو دلیل پیش کی ہے کہ "اس سرزمین پر ظلم ہوتا ہے" بالفرض محال اگر وہاں ظلم ہوتا بھی ہو تو یہ مدینہ و مکہ کی عظمت و بزرگی کے انکار کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ ساکنین مکہ کی جانب سے عہد رسول انور ﷺ میں وہ ظلم و ستم وقوع پذیر ہوا جو وجود آدم سے اب تک نہیں ہوا اور اس کی صراحت تفسیر عزیزی میں لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد. آیت کے تحت مذکور ہے، اس ظلم و جور کے باوجود بھی مکہ معظمہ کی بزرگی و عظمت ختم نہیں ہوئی جیسا کہ تفسیر عزیزی میں آیت مقدسہ انّ الصفا والمروة من شعائر اللّٰہ کے تحت ذکر کیا گیا۔ خانۂ کعبہ اس وقت بھی قبلہ و مطاف تھا جبکہ وہ کفار کے غلبہ کے باعث بت کدہ بنا ہوا تھا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ما بالذات لایزول بما بالغیر یعنی ذاتی فضیلت غیر کے باعث زائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر مکہ کے جاہلوں نے اساف و نائلہ نامی دو بتوں کو رکھ کر پوجنا شروع کر دیا تو ان کے اس شرک سے ان پہاڑیوں کے شعائر اللہ ہونے میں کچھ فرق نہ آیا اور ان پہاڑیوں کی عظمت زائل نہیں ہوئی اس لیے کہ جوہر ذاتی وہ ہے جو غیر کے سبب زائل نہ ہو۔

---

(۶۰) الف: صحیح بخاری: کتاب الحج، باب قول النبی ﷺ العتیق واد مبارک

ب: صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسک، باب استحباب الاستقبال بالراحة

مدینہ منورہ کو ظلم وستم کی سرزمیں کہنے والے جاہل بے دین شخص نے مصر و عراق کے بلوائیوں کو مدینہ منورہ کا رہنے والا سمجھ لیا ہے حالانکہ مدینہ میں مہاجر و انصار تھے ان کی جانب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی نسبت کرنا رافضیوں کا شیوہ ہے۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے رافضیوں کے وہ طعن نقل کیے ہیں جو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرتے ہیں، ان میں دسواں طعن یہ ہے کہ ''تمام صحابہ ان کے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے) قتل پر راضی تھے''، اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ ایسا صریح جھوٹ اور بہتان ہے کہ جو بچوں پر بھی مخفی نہیں''۔ (٦١)

ساکنان مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اور آپ کا قتل حجاج بن یوسف ثقفی نے کیا جو شام کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی درخواست اور طلب پر وہاں تشریف لے گئے تھے اور اہل مکہ نے اس وقت از روئے مشورہ اور مصلحتاً کوفہ جانے سے روکا تھا ہر عام و خاص ان واقعات کو جانتا ہے مگر ان ظاہری و باطنی اندھے حرمین شریفین کی عظمت و بزرگی کے شامتِ انکار کے باعث اس راہ پر لگا دیا۔ حرمین شریفین کی بزرگی و عظمت کے منکرین، ساکنینِ حرمین کے دشمن، جھوٹے، جاہل، باطل پرست، بدعتی، دین میں تحریف کرنے والے، مسلمانوں کے سواد اعظم کی تکفیر کرنے والے، قرآن و حدیث کے مقابل ایک نیا مذہب گڑھنے والے ہرگز دین محمدی کے عالم نہیں بلکہ دین محمدی کے دشمن اور شریعت احمدی کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

سبحان اللہ تعجب کا مقام ہے کہ کفار نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تو بھی اس کی بزرگی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا بلکہ اسی زمانے میں کعبہ کو اعلیٰ درجہ کی بزرگی یہ حاصل ہوئی کہ اسے قبلہ بنا دیا گیا، اللہ رب العالمین کی طرف سے اکثر آیات کا نزول اسی زمانے میں ہوا، عین اسی زمانے میں کعبہ شریف کی فضیلت و بزرگی پر حضور سید المرسلین کے پاکیزہ ارشادات ظاہر ہوئے۔ دین میں فساد برپا کرنے والے ملحدین نے خانۂ کعبہ کو بزرگی سے معزول کر دیا ایسے لوگوں کی گمراہی پر ہر زمانہ کے ائمہ کرام اور اہل حل و عقد کا اتفاق ہے اور چاروں مذاہب کے افتا و قضا کی رو سے ان

---

(٦١) تحفۂ اثنا عشریہ: ٥٢٠، مطبع ثمر ہند لکھنؤ ١٢٩٥ھ

لوگوں کی گمراہی پر مسلمانوں کے سواد اعظم خیر الامم کا اجماع ہے۔

خلاصۂ کلام - اب جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ باتوں کا قائل اہل سنت و جماعت کا مخالف اور جماعت اہل سنت سے خارج ہے اور فرق باطلہ جیسے خوارج، روافض وغیرہ اہل بدعت کے فرقوں میں داخل ہے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا کسی خارجی یا کسی رافضی کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مثل ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب.**

کتبہ

فضل الرسول

اهب الله عليه قبول القبول

اصل فتوی پر جن معتبر و معتمد علما کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں ان کے اسمائے گرامی یہاں نقل کیے جاتے ہیں تا کہ عام مومنین اور دین متین کے متبعین کے واسطے جواب کی حقیقت و درستگی ظاہر ہو جائے۔

۱۔ جناب مولانا مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور شہر شاہجہاں باد دام اجلالہ

۲۔ جناب مولانا مولوی سید محمد صاحب مدرس مدرسۂ عربی دہلی دام فیوضہ

۳۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب

۴۔ جناب مولوی محمد مظہر صاحب

۵۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب

۶۔ جناب مولوی کریم اللہ صاحب

۷۔ مولوی محمد فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد

۸۔ حکیم محمد امام الدین خاں صاحب

۹۔ جناب حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب

۱۰۔ قاضی احمد الدین صاحب

۱۱۔ قاضی محمد علی صاحب

۱۲۔ مولوی محمد عزیز الدین صاحب

۱۳۔ مولوی تفضل حسین خاں صاحب نواسۂ حضرت مولوی رشید الدین خاں صاحب مرحوم

۱۴۔ سید بشیر علی صاحب امروہوی

۱۵۔ جناب مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

یقیناً وہابیہ کے واعظین نے اپنا قدم دائرۂ اہل سنت و جماعت سے نکال کر وادیٔ اعتزال و رفض وخروج میں رکھا ہے اور کیا اچھا یہ کہا گیا ہے کہ واعظ شہر کو کبھی لوگ اپنا بادشاہ جانتے ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ وہ آدمی بھی نہیں ہے بحمد اللہ مذہب حق میں ابھی ایسے علما ہیں جو احقاق حق میں مشغول ہیں

حیدر علی عفی عنہ

۱۶۔ مولانا دلدار بخش صاحب

جواب کی حقیقت اظہر من الشمس ہے اور ہمیشہ سے یہی مشرق و مغرب میں اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

دلدار بخش عفی عنہ

۱۷۔ مولانا حسن الزماں صاحب

تمام جواب صحیح و درست ہیں اور اس کے منکرین ذلیل وخوار مردود الخطاب اور عتاب کے مستحق ہیں۔

حررہ العبد المفتاق الی رحمۃ اللہ الصمد

حسن الزماں محمد عفی عنہ

☆☆☆